تاریخی

اخلاقی کہانیاں

۲

افضل حسین
ایم۔ اے۔ ایل۔ ٹی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعلیم میں دلچسپی

بہت دنوں کی بات ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے۔ صحابہؓ کا دور بھی ختم ہو چکا تھا۔ مسلمانوں میں ایک بہت بڑے عالم تھے، اُن کا نام تھا امام مالکؒ۔ مدینہ شریف میں وہ قرآن و حدیث کا درس دیتے تھے۔ دور دور سے طلبہ اُن سے پڑھنے آتے تھے۔

ایک دن درس دے رہے تھے۔ درس میں اسپین کے بھی ایک طالب علم شریک تھے۔ ان کا نام تھا یحییٰ۔ یحییٰ علم دین کے بڑے دل دادہ تھے۔ اتنی دور سے امام مالکؒ کے پاس دین کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ درس کے دوران میں شور ہوا۔ ''ہاتھی ہاتھی'' ـــــ

عرب میں ہاتھی نہیں ہوتا۔ وہاں کے باشندوں کے لیے یہ ایک انوکھی چیز تھی۔ آواز سنتے ہی تمام طالب علم باہر نکل آئے اور ہاتھی دیکھنے لگے۔ مگر یحییٰ اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ استادِ محترم نے کہا: ''بیٹے یحییٰ!

تمھارے یہاں اسپین میں تو ہاتھی ہیں نہیں۔ تم کیوں دیکھنے نہیں گئے، جاؤ تم بھی ہاتھی دیکھ آؤ۔"

یحییٰ نے جواب دیا: "استادِ محترم" میں اپنا وطن چھوڑ کر آپ کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں۔ آپ کی صحبت میں رہ کر اچھی باتیں سیکھنے آیا ہوں۔ اتنی دور سے ہاتھی دیکھنے کے لیے نہیں آیا ہوں۔"

اچھے شاگرد کی یہ باتیں سن کر امام مالکؒ بہت خوش ہوئے۔ یحییٰ کو دعا دی اور فرمایا۔

تم تو بہت ہی سمجھ دار ہو۔"

استاد کی زبان مبارک سے یہ کلمہ کچھ اتنی محبت سے نکلا کہ اللہ نے اسے قبول فرمالیا اور یحییٰ اسپین کے ایک زبردست عالم ہوئے۔

۱۔ امام مالکؒ یحییٰؒ سے کیوں خوش ہوئے۔

۲۔ یحییٰ ہاتھی دیکھنے کیوں نہیں گئے؟

(۲)

قرآن کا احترام

محمود ایک بہت مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ وہ غزنی کا رہنے والا تھا۔ اُس نے مختلف اسباب کے تحت ہندستان پر بھی سترہ حملے کیے تھے۔ اس کی زندگی کا ایک بہت مشہور واقعہ ہے کہ ایک شب وہ سونے جا رہا تھا۔ اتفاق سے طاق پر نگاہ پڑی۔ دیکھا تو قرآن پاک رکھا ہوا تھا۔ اب کیا کرے۔ اگر ادھر پیر پھیلا کر سوتا ہے تو کلام پاک کی بے ادبی ہوتی ہے۔ سوچا لاؤ چار پائی کا رُخ بدل دوں۔ ادھر سرہانہ ہو جائے، پھر ٹھیک رہے گا۔ چنانچہ چار پائی کا رُخ بدل دیا۔ اب سونے چلا تو خیال آیا کہ میرے کمرے میں اللہ کا فرمان رکھا ہوا اور میں اس کو سمجھ کر پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی بجائے غافل پڑا سوؤں۔ یہ بھلا کب مناسب ہوگا۔ سوچا لاؤ اسے اٹھا کر پاس والے کمرے میں رکھ آؤں اور پھر آرام کروں۔ اس خیال کا آنا تھا کہ بادشاہ کانپ اٹھا۔ سوچا یہ کتنی بڑی بے ادبی ہے کہ محض اپنے آرام کی خاطر

اللہ کے کلام کو اپنے کمرے سے ہٹا رہا ہوں۔

اسی پس وپیش میں سلطان رہ گیا۔ نہ ہٹاتے بنی نہ سوتے۔ ساری رات آنکھوں میں کاٹ دی۔

۱- محمود کو رات بھر نیند کیوں نہیں آئی؟

۲- محمود نے قرآن پاک کو کمرے سے کیوں نہیں ہٹایا؟

۳- قرآن پاک کا سچا احترام کیا ہے؟

۴- تم قرآنِ پاک کا احترام کس طرح کرتے ہو؟

(۳)

اپنے ہاتھ سے کام کرنا

مسلمانوں کے ایک خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ گزرے ہیں۔ وہ بہت ہی نیک اور سادہ مزاج تھے۔ ایک دن اُن کے یہاں ایک مہمان آیا۔ مہمان نے دیکھا کہ وہ چراغ کی روشنی میں کچھ لکھ رہے ہیں۔ اتفاق سے چراغ کا تیل ختم ہوگیا اور وہ تھوڑی دیر میں ٹمٹما کر گل ہونے لگا۔

مہمان نے کہا:

''آپ فکر نہ کریں؟ میں ابھی ٹھیک کیے دیتا ہوں۔''

''مہمان سے خدمت لینا درست نہیں۔''

خلیفہ نے جواب دیا۔

''اچھا تو نوکر کو جگائے دیتا ہوں وہ اسے ٹھیک کردے گا۔''

مہمان نے عرض کیا۔

• نہیں! اس غریب کو سونے دو۔ ابھی ابھی تو سویا ہے۔ خواہ مخواہ

سے تکلیف ہوگی۔ یہ کہہ کر خلیفہ خود ہی اٹھے اور چراغ میں تیل ڈال لائے۔

''آخر آپ ہی نے تکلیف فرمائی۔''مہمان نے کہا۔

خلیفہ نے جواب دیا:''کیا ہوا؟''اس میں تکلیف کی کیا بات تھی۔ جب میں تیل ڈالنے گیا تھا، اس وقت بھی عمر تھا۔ اور اب واپس آیا ہوں تو اب بھی عمر ہی ہوں۔''

مہمان اُن کا یہ جواب سن کر لاجواب ہوگیا۔

۱- عمر بن عبدالعزیزؒ کون تھے؟

۲- مہمان سے ان کی کیا گفتگو ہوئی؟

۳- انھوں نے مہمان سے خدمت کیوں نہ لی؟

۴- غلام کو جگانے سے کیوں منع کر دیا؟

۵- تم اپنا کون کون سا کام خود کر لیتے ہو؟

(۴)

دلیری

پیارے نبیؐ کے زمانے کا ذکر ہے۔ آپؐ ہجرت کر کے مدینے جا چکے تھے۔ مگر دشمن وہاں بھی چین سے نہ رہنے دیتے تھے۔ ایک سال دشمنوں نے بہت بڑی فوج تیار کی اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ ادھر مسلمانوں نے بھی جنگ کی تیاری شروع کی۔ مرد عورتیں اور بچے سب دین کے فدائی تھے۔ سبھی بڑھ بڑھ کر اپنے آپ کو پیش کرنے لگے۔ مگر حضورؐ نے بچوں کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ ابھی تم بچے ہو۔ جب بڑے ہو جاؤ گے اس وقت جہاد کرنا۔

بچوں میں ایک نام رافع تھا۔ اس کو حضورؐ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ''تمھارا قد ابھی چھوٹا ہے۔''

رافع کو جہاد میں شریک ہونے کا بہت شوق تھا۔ وہ یوں بھی بڑا ذہین تھا، فوراً ایک ترکیب سوجھی۔ حضورؐ کے سامنے آیا پنجوں کے بل کھڑا

ہوگیا اور اونچا ہوکر کہنے لگا:

''یارسولؐ اللہ میں تو بڑا ہوں، میں اپنی تلوار سے دشمنوں کا خاتمہ کردوں گا۔''

پیارے نبیؐ نے بچے کا یہ شوق دیکھ کر اُسے فوج میں بھرتی کرلیا۔ اتنے میں ایک اور لڑکا جس کا نام سمرہ تھا۔ آگے بڑھ کر کہنے لگا:

یارسولؐ اللہ! مجھے بھی فوج میں شامل کر لیجیے۔ لڑائی تو طاقت سے ہوتی ہے۔ میں رافع سے زیادہ طاقتور ہوں۔ قد چھوٹا ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ رافع سے کشتی کرا کے دیکھ لیجیے۔

حضورؐ نے سمرہ کی یہ بات منظور فرمالی۔ دونوں میں کشتی ہوئی۔ سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ اب تو وہ بھی اسلامی فوج میں بھرتی ہوگیا۔

اللہ ان بہادروں سے راضی ہو!

۱۔ بہادری کسے کہتے ہیں؟

۲۔ تم نے بھی بہادری کا کوئی کام کیا ہو تو بیان کرو؟

(۵)

صاف گوئی

سلطان بایزید ترکوں کا ایک بہت مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ وہ بہت ہی دلیر اور انصاف پسند تھا۔ صوم وصلوٰۃ کا بھی پابند تھا۔ مگر نماز باجماعت نہیں پڑھتا تھا۔ اسی کے دور کا ایک واقعہ ہے:

ایک بار جج کی عدالت میں ایک مقدمہ پیش ہوا۔ اس میں ایک فریق کی طرف سے سلطان خود گواہ تھا۔ عدالت کے جج مولانا شمس الدین تھے۔ یہ روم کے رہنے والے اور شریعت کے بہت پابند تھے۔

سلطان گواہی کے لیے حاضر ہوا۔ مولانا نے اس کی شہادت منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ سلطان خود بھی منصف تھا اور جج کی انصاف پسندی سے بھی واقف تھا۔ اس لیے ان کے اس رویے پر خفا تو نہ ہوا۔ البتہ انکار کا سبب دریافت کیا۔

مولاؔنا نے فرمایا:

"شریعت کی رُو سے ان لوگوں کی گواہی معتبر نہیں، جو باجماعت نماز ادا نہیں کرتے۔ اب آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کی شہادت کیوں ردّ کردی گئی۔"

سلطان پر اس بات کا بڑا اثر ہوا۔ اس کے بعد وہ نہایت مستعدی سے جماعت کی پابندی کرنے لگا۔

۱۔ سلطان بایزید کون تھا؟

۲۔ اسلامی عدالت نے اس کی گواہی کیوں نہ مانی؟

۳۔ جج اور سلطان میں کیا بات چیت ہوئی؟

۴۔ سلطان نے جج کی بات سے کیا اثر لیا؟

۵۔ جج کی کون سی خوبی تم کو سب سے زیادہ پسند ہے؟

(۶)

سادہ زندگی

سلطان ناصرالدین ہندستان کا ایک بہت ہی نیک اور سادہ مزاج بادشاہ گزرا ہے۔ کہنے کو تو وہ بادشاہ تھا، مگر عام بادشاہوں سے اس کا رہن سہن بالکل جدا تھا۔ اپنے ذاتی خرچ کے لیے سرکاری خزانے سے ایک پیسا بھی نہ لیتا۔ چھ ماہ میں ایک قرآن پاک اپنے ہاتھ سے لکھ لیتا۔ اس طرح سال میں دو کلام پاک تیار ہو جاتے۔ انھی کے ہدیے سے سال بھر تک وہ اپنی گزر اوقات کرتا تھا۔ کبھی کبھی ٹوپیاں بنا کر بھی کچھ رقم حاصل کرلیا کرتا تھا۔ اتنی قلیل آمدنی میں ظاہر ہے کتنی سادہ زندگی گزرتی رہی ہوگی۔ سلطان کی ایک ہی ملکہ تھی۔ وہ بھی بہت نیک اور سادہ مزاج تھی۔ سلطان خود محنت سے کماتا۔ ملکہ اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی۔ اس طرح میاں بیوی قناعت کی زندگی گزارتے تھے۔

ایک دن ملکہ کھانا پکا رہی تھی۔ اتفاق سے توے سے روٹی

اتارنے میں ہاتھ جل گیا۔ بہت تکلیف ہوئی۔ چناں چہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوکر نہایت دبی زبان سے عرض کیا:

''اگر آپ میری مدد کے لیے ایک ملازمہ رکھ دیتے تو بڑی عنایت ہوتی۔''

سلطان نے کہا:

''بیوی! تم تو جانتی ہو کہ ہماری آمدنی بہت قلیل ہے۔ اس میں ملازمہ رکھنے کی گنجایش کہاں ہے؟ سرکاری خزانہ رعایا کی امانت ہے۔ اسی کی فلاح و بہبود پر خرچ ہونا چاہیے۔ اس میں سے تو ہمیں اپنے اوپر خرچ کرنے کا کوئی حق نہیں، ملازمہ کہاں سے رکھ دوں؟''

ملکہ یہ جواب سن کر خاموش ہوگئی۔ پھر ملازمہ رکھنے کے لیے کبھی نہ کہا۔

۱۔ سلطان نے ملکہ کی فرمایش کیوں ردّ کردی؟

۲۔ اسلامی حکومت میں سرکاری خزانہ کس کا ہوتا ہے؟

(۷)

جانوروں پر رحم کرنا

بہت دنوں کی بات ہے۔ شہر غزنی میں ایک شخص رہتا تھا۔ اس کا نام تھا سبکتگین۔ وہ تھا تو اپنے قبیلے کا سردار، مگر تھا بہت غریب۔ ایک گھوڑے کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ وہ اپنا زیادہ وقت سیر وشکار میں گزارتا تھا۔

ایک دن وہ شکار کو جارہا تھا۔ راہ میں اسے ایک ہرنی اور اس کا بچہ چرتے ہوئے ملے۔ سبکتگین نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ان کے پیچھے تیزی سے دوڑایا۔ دونوں جان بچا کر بھاگے۔ مگر بچہ تو آخر بچہ ہی تھا۔ کتنا تیز بھاگ سکتا تھا؟ بالآخر سبکتگین نے اُسے پکڑ لیا۔ لے کر گھر آیا۔

ہرنی بے چاری محبت کی ماری اپنے بچے کے لیے اس کے پیچھے ہولی۔ سبکتگین کی نگاہ ہرنی پر پڑی۔ اس کے افسردہ چہرے اور للچائی ہوئی نگاہ کو دیکھ کر سبکتگین کو رحم آ گیا۔ اس نے بچے کو چھوڑ دیا۔ آزاد ہوتے ہی

بچہ چھلانگیں مارتا اپنی ماں کے پاس پہنچا۔ دونوں نے خوشی خوشی جنگل کی راہ لی۔

رات کو سبکتگین نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا:

"سبکتگین! تم نے ہرنی بے چاری پر رحم کیا۔ تمھارا یہ کام اللہ کو بہت پسند آیا۔ تمھارا نام بادشاہوں کی فہرست میں درج کرلیا گیا ہے۔ اب تم جلد ہی بادشاہ ہو جاؤ گے۔ لیکن دیکھو سلطنت ملنے پر مغرور مت ہو جانا۔ اپنی رعایا کے ساتھ اسی طرح مہربانی کا سلوک کرنا۔"

اس کے بعد سبکتگین بادشاہ ہو گیا۔ اس واقعے کو اس نے ساری زندگی یاد رکھا اور اپنی رعایا کے ساتھ ہمیشہ شفقت و محبت کا برتاؤ کیا۔

۱۔ سبکتگین نے ہرنی کے بچے کو کیوں چھوڑ دیا؟

۲۔ سبکتگین کو بادشاہ کیوں بنایا گیا؟

۳۔ مسلمان حاکم کو اپنی رعایا کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟

۴۔ اگر تم نے جانوروں کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کیا ہو تو بیان کرو۔

(۸)

وعدہ پورا کرنا

ایک بار کا ذکر ہے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی نوجوان ہی تھے۔ اس وقت آپؐ نبی نہیں ہوئے تھے۔ اُن دنوں آپؐ تجارت کرتے تھے۔ آپؐ کی تجارت کے ایک ساتھی عبداللہ تھے۔ ان کے ساتھ آپؐ اکثر کاروبار کیا کرتے تھے۔

ایک دن ان سے کسی مال کی خرید وفروخت کا کچھ معاملہ کیا۔ بات کچھ طے ہو چکی تھی کچھ رہ گئی تھی کہ عبداللہ کو کسی کام سے جانا پڑا۔ چلتے وقت وہ کہہ گئے کہ آپ یہیں ٹھہریں، میں واپس آ کر بات پوری کروں گا۔

جانے کے بعد عبداللہ بھول گئے۔ تین دن تک انھیں اپنا وعدہ یاد نہ آیا۔ تیسرے دن جب یاد آیا تو وہ دوڑے ہوئے اسی مقام پر آئے جہاں دونوں میں تین دن پہلے بات چیت ہوئی تھی۔ آ کر دیکھا تو آپؐ اسی جگہ بیٹھے ان کا انتظار کر رہے تھے۔

خود عبداللہ تو اپنی اس حرکت پر بہت نادم ہوئے۔ مگر آپؐ کی پیشانی پر بل بھی نہیں آیا۔ بہت ہی نرمی سے اتنا فرمایا:

''عبداللہ! تم نے مجھے بڑی زحمت دی۔ تین دن سے یہیں بیٹھا تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔''

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوجوانی میں کیا کرتے تھے؟

۲۔ تین دن تک آپؐ ایک مقام پر کیوں ٹھہرے رہے؟

۳۔ تم اپنے وعدوں کا کتنا لحاظ رکھتے ہو؟

۴۔ اس کہانی سے تم نے کیا سبق حاصل کیا؟

(۹)

اُستاد کا ادب

ہارون رشید ایک بہت بڑا بادشاہ گزرا ہے۔ اس کے بیٹے کا نام مامون تھا۔ مامون کی پرورش بڑے لاڈ پیار سے ہوئی تھی۔ ایک تو شہزادہ، دوسرے حد سے زیادہ لاڈ پیار۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مامون بہت شریر ہو گیا۔ شاہی محل کے تمام نوکر چاکر اس کی شرارت سے عاجز تھے۔ بڑے بڑوں کو پیٹ دیتا تھا۔ سب خاموشی سے اس کی مار پیٹ برداشت کر لیتے۔ جس سے وہ اور زیادہ بگڑ گیا۔ کسی کی پروا نہیں کرتا تھا۔ ڈر تو اُسے چھو نہیں گیا تھا۔ جب دیکھو توڑ پھوڑ میں مصروف۔

مامون جب ذرا بڑا ہوا تو اس کی تعلیم کے لیے ایک استاد رکھ دیے گئے۔ استاد پڑھانے کے لیے شاہی محل گئے۔ مامون کو آواز دی، مگر وہ کھیل میں مصروف تھا، استاد کی آواز پر باہر نہ نکلا۔ ملازموں سے بلوایا مگر مامون نے پروا نہ کی۔ ملازموں نے آ کر شکایت کی کہ وہ کسی کی نہیں سنتا،

ہم لوگوں کو مار پیٹ دیا کرتا ہے۔ کیا کریں خاموشی سے برداشت کر لیتے ہیں۔

استاد مامون کی بد دماغی سمجھ گئے۔ کسی طرح اس کو باہر بلایا۔ جب وہ آ گیا تو اُسے سات بید گِن کر رسید گئے۔ مامون بلبلا اُٹھا۔ آج تک اس نے کسی کی مار برداشت نہیں کی تھی۔ استاد کے ادب سے اُف بھی نہیں کی۔ آنسو بہا کر چپ ہو گیا۔

اتنے میں اِدھر سے وزیر آ نکلا۔ مامون ادب سے چپکا بیٹھا پڑھتا رہا۔ جب وزیر چلا گیا تو استاد نے کہا:

"مامون! تم نے وزیر سے مار کی شکایت نہیں کی؟"

مامون نے کہا: "اچھے استاد! آپ نے مجھے میری بھلائی کے لیے مارا تھا۔ میں کسی سے شکایت کیوں کرتا۔ وزیر تو بھلا وزیر ہیں، خود میرے والد بزرگوار جو بادشاہ ہیں، اگر وہ تشریف لاتے یا مجھ سے پوچھتے تو بھی میں شکایت نہ کرتا۔"

۱- مامون نے استاد کی مار کیوں سہہ لی؟

۲- تمھارے ساتھ اگر اس قسم کا برتاؤ کیا جائے تو تم کیا کرو گے؟

(۱۰)

یتیموں کا خیال

تم نے حاتم طائی کا نام تو سنا ہوگا۔ سخاوت میں ان کا نام بہت مشہور ہے۔ اُنھی کے قبیلے میں ایک بہت بڑے اللہ والے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا نام تھا داوٗد طائی۔

بہت دنوں سے داوٗد طائی کو گوشت نصیب نہیں ہوا تھا۔ ایک دن گوشت کھانے کو ان کا جی چاہا۔ انھوں نے گوشت منگایا۔ ماما نے بڑے مزے کا چٹ پٹا سالن پکایا۔ جب کھانا سامنے آیا تو داوٗد طائی نے محلے کے کچھ یتیم بچوں کا نام لے کر پوچھا:

''ان یتیموں کا کیا حال ہے؟''

ماما بولی۔ ''ابھی تک تو یہ بے چارے غریبی اور مفلسی کے دُکھ اٹھا رہے ہیں۔ دیکھیے کب ان کے دن پھرتے ہیں۔''

تب تو انھیں گوشت نصیب نہ ہوتا ہوگا۔'' داوٗد نے کہا:

''اٹھالے جاؤ یہ گوشت اُن غریب بچوں کو کھلا دو۔''

میاں آپ نے بھی تو بہت دنوں سے گوشت نہیں کھایا ہے۔ ماما نے عرض کیا۔آج آپ ہی کھالیں۔ کسی اور دن ان بچوں کو کھلا دیا جائے گا۔

''نہیں، مین نہیں کھاؤں گا۔'' بزرگ نے جواب دیا۔ تم لے جا کر انھیں کو کھلا دو۔ان کا کھایا ہوا اللہ کے پاس پہنچے گا۔ میرا کھایا ہوا تو مٹی ہو جائے گا۔''

یہ کہہ کر انھوں نے پکا پکا گوشت یتیموں کو بھجوا دیا۔ جی چاہنے کے باوجود، خود نہ کھایا۔

۱۔ حاتم طائی کون تھے؟

۲۔ داؤد طائی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟

۳۔ کیا تمھارے محلے میں کچھ یتیم ہیں؟ تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟

(۱۱)

مسکینوں کو کھانا کھلانا

حضرت عمرؓ کے صاحب زادے حضرت عبداللہؓ مسکینوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ بغیر کسی مسکین کو شریک کیے ہوئے کھانا نہیں کھاتے تھے۔

ایک بار ان کا جی چاہا کہ مچھلی کھائیں۔ مچھلی منگائی گئی اور ان کی بیوی صفیہ نے بڑی لذیذ مچھلی تیار کی۔ دستر خوان پر کھانا چُن دیا گیا۔ اتنے میں باہر سے ایک مسکین کی صدا آئی۔ انھوں نے بیوی سے فرمایا: ''کھانا مسکین کو دے دو۔''

ایک بار لوگوں نے ان کی بیوی کو ملامت کی کہ تم اچھی طرح ان کی خدمت نہیں کرتیں۔ بولیں۔ کیا کروں۔ ان کے لیے محنت سے کھانا تیار کرتی ہوں، مگر وہ کسی مسکین کو کھلا دیتے ہیں۔

ان کو پیٹ بھر کھانا کِھلانے کے لیے بیوی نے یہ ترکیب کی کہ اُن فقراء و مساکین سے جو ان کے راستے میں بیٹھا کرتے تھے کہلا بھیجا کہ

اب ان کے راستے میں نہ بیٹھا کرو۔ اگر وہ تم کو گھر سے بھی بلوائیں تو مت آیا کرو۔

ایک بار وہ مسجد سے نماز پڑھ کر باہر نکلے تو راستے میں کوئی مسکین نظر نہ آیا۔ اُنھیں ان کے گھر سے بُلوا بھیجا۔ مگر وہ لوگ نہ آئے۔

بغیر مسکین کو شریک کیے ہوئے وہ کھاتے کب تھے۔ چناں چہ اس رات انھوں نے بھی کھانا نہ کھایا اور بھوکے ہی سو رہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ کون تھے؟

۲۔ ان کی بیوی کھانا کیوں اچھا پکاتی تھیں؟

۳۔ ان کی بیوی نے غریبوں کو کیوں منع کر دیا؟

۴۔ حضرت عبداللہؓ نے کھانا کیوں نہیں کھایا؟

۵۔ تم نے اس کہانی سے کیا سبق حاصل کیا؟

(۱۲)

مانگنے سے پرہیز

پیارے نبیؐ اللہ کے محبوب بندے تھے۔ انسانوں کو سیدھی راہ بتانے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ حضورؐ نے انسانوں کی بھلائی کے لیے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ بلا اُجرت اتنا بڑا احسان کیا۔ پھر بھی نادانوں نے آپؐ کی محنت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے آپؐ کے راستے میں روڑے اٹکائے۔ طرح طرح سے پریشان کیا۔ جان کے درپے ہوئے۔ وطن سے نکال دیا۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ہجرت کے بعد بھی تنگ کرتے رہے۔

ایک مرتبہ اُن نادانوں نے بہت بڑی فوج تیار کر کے مدینے پر دھاوا بول دیا۔ پیارے نبیؐ اور آپؐ کے اچھے ساتھیوں نے بچاؤ کے لیے قربانیاں دیں۔ چھوٹے چھوٹے لڑکے بھی اللہ کے دین پر مر مٹنے کے لیے تیار تھے۔ کچھ کو حضورؐ نے جہاد میں شرکت کی اجازت دی۔ مگر کچھ کو کم سنی کے باعث روک دیا۔

اُن میں ایک ابوسعیدؓ تھے ان کے والدِ محترم نے بھی سفارش کی اور کہا:

حضورؐ! اس کے قویٰ مضبوط اور ہڈیاں موٹی ہیں۔ آپ عمر پر نہ جائیں۔ اسے فوج میں بھرتی کرلیں۔''

مگر حضورؐ نے انکار کردیا۔ اس بچے کو بہت افسوس ہوا۔ بہر حال جنگ ہوئی۔ اللہ کی مدد سے مسلمان جیت تو گئے۔ مگر بڑے بڑے صحابہ شہید ہوگئے۔ جان کا کافی نقصان ہوا۔ ابوسعیدؓ کے والد بزرگوار بھی اسی جنگ میں شہید ہوگئے۔

صحابہؓ کے پاس دولت یوں بھی نہ تھی اور جو کچھ تھا سب اللہ کی راہ میں لگا چکے تھے۔ ابوسعیدؓ کے گھر بھی کچھ نہ تھا۔ ایک تو کم سن، گھر میں کھانے کو نہیں۔ باہر کوئی کمانے والا نہیں۔ بڑی پریشانی میں پڑ گئے۔ اللہ اور رسولؐ کے سوا ان کا اور کون سہارا تھا۔

چناں چہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چاہتے تھے کہ گھر کا حال بتا کر حضورؐ سے کچھ امداد طلب کریں۔ ان کی صورت دیکھتے ہی حضورؐ نے فرمایا:

''جو صبر چاہتا ہے اللہ اُسے صبر عطا کرتا ہے، جو پاک بازی طلب کرتا ہے اللہ اُسے پاک باز بنا دیتا ہے۔ اور جو غنا چاہتا ہے اسے غنا عطا فرماتا ہے۔''

حضورؐ کی زبان سے یہ جملہ سننا تھا کہ ابوسعیدؓ کا ارادہ بدل گیا۔ انھوں نے حضور سے کچھ نہ مانگا۔ چپکے سے واپس آ گئے۔

اللہ ان سے بہت خوش ہوا۔ انھیں کمسنی ہی میں اتنا زبردست علم دیا کہ ان کے پایہ کے بہت کم عالم ہوئے ہیں۔

۱- ابوسعیدؓ جہاد میں کیوں نہیں لیے گئے؟

۲- باپ نے بیٹے کی سفارش کیوں کی؟

۳- ابوسعیدؓ حضورؐ کے پاس کیوں گئے تھے؟

۴- حضورؐ کی باتوں سے انھوں نے کیا اثر لیا؟

۵- اللہ نے انھیں کیا اجر دیا؟

(۱۴)

انصاف

بہت دنوں کی بات ہے۔ ایک مسلمان بادشاہ دہلی میں حکومت کرتا تھا۔ اس کا نام تھا محمد تغلق۔ وہ بہت دور اندیش اور انصاف پسند بادشاہ تھا۔ ایک بار وہ کہیں گشت لگا رہا تھا۔ راستے میں اُسے دو بچے لڑتے ہوئے دکھائی دیے۔ ایک بچہ امیر کا تھا ایک غریب کا۔ امیر بچہ ڈانٹ رہا تھا اور غریب کھڑا رو رہا تھا۔

بادشاہ نے سمجھا کہ امیر بچے نے غریب کو مارا ہوگا۔ اس لیے تنبیہ کے طور پر اُسے کچھ چھڑیاں رسید کیں۔ حالاں کہ قصور غریب بچے کا تھا۔ امیر کے بچے نے مارا نہیں تھا۔ غریب بچہ صرف اس ڈر سے رونے لگا تھا کہ کہیں اپنے قصور کے سبب پٹ نہ جائے۔

محمد تغلق کے راج میں رعایا کو بادشاہ تک کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کی اجازت تھی۔ چناں چہ امیر لڑکے نے بادشاہ کے خلاف جج کی

عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ بادشاہ پر جرم ثابت ہو گیا۔ جج نے فیصلہ سنا دیا کہ بادشاہ پر جرم ثابت ہے۔ اسے سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔

بادشاہ سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اور لڑکے کو دربارِ عام میں بلا کر وہی چھڑی دی اور کہا کہ تم مجھ سے اپنا بدلہ لے لو۔

لڑکا پہلے تو جھجکا، مگر سب کے سامنے اسے قسم دلائی تو وہ تیار ہو گیا دربارِ عام میں سب کے سامنے لڑکے نے بادشاہ کے اکیس چھڑیاں لگائیں۔ ایک بار تو ہاتھ ایسا پڑا کہ بادشاہ کی کلاہ نیچے گر گئی۔ مگر اس نے بہت ہی خندہ پیشانی سے یہ سزا برداشت کر لی۔

سارے درباری اس کے اس انصاف کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

۱۔ محمد تغلق کون تھا؟

۲۔ بچے نے اس کے خلاف مقدمہ کیوں دائر کیا؟

۳۔ بادشاہ نے سزا کیوں برداشت کی؟

۴۔ انصاف کیا ہے؟ اس کے لیے بادشاہ نے کیا قیمت ادا کی؟

(۱۴)

زیادتی پر صبر

حضرت سعیدؓ ایک صحابی تھے۔ ایک بار ایک عورت نے ان پر ایک گھر کے بارے میں دعویٰ کیا۔ گھر دراصل انھی کا تھا۔ عورت کا دعویٰ جھوٹا تھا۔ انھوں نے روک ٹوک نہیں کی اور گھر اس عورت کو لے لینے دیا۔ البتہ اتنا کہا:

''اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر دے۔ اور اسی گھر میں اس کی قبر بنا۔''

''اللہ نے ان کی بددعا سن لی۔ اس عورت نے زبردستی تو مکان پر قبضہ کیا ہی تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اندھی ہوگئی۔ دیوار پکڑ کر چلتی اور کہتی مجھ پر سعیدؓ کی بددعا پڑ گئی۔''

ایک دن وہ اٹھی۔ آنکھوں سے سجھائی نہیں دیتا تھا۔ ٹٹول ٹٹول کر چلتی تھی۔ اتفاق سے اس گھر میں ایک کنواں تھا۔ وہ اسی کنویں میں گر پڑی۔ آخر وہی کنواں اس کی قبر بن گیا۔

۱۔ صبر کا انجام کیسا ہوتا ہے؟

(۱۵)

دیانت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک بہت مشہور خلیفہ گزرے ہیں۔ وہ سرکاری خزانے کو رعایا کی امانت سمجھتے تھے اور اس کی بڑی حفاظت کرتے تھے۔ ایک دن سرکاری خزانے میں بہت سے سیب آئے۔ وہ دستور کے مطابق ان کو مسلمانوں میں تقسیم کر رہے تھے۔ اتنے میں ان کا چھوٹا بچہ ادھر آنکلا۔ وہ ابھی نادان تھا، اسے کیا پتا کہ یہ سیب کس کے ہیں۔ اپنے ابّا میاں کو بانٹتے دیکھا، سمجھا ہمارے ہوں گے۔ ایک سیب اُٹھا کر کھانے چلا۔

سیب تو سرکاری تھے اور سرکاری چیز پر سارے مسلمانوں کا حق ہوتا ہے۔ خلیفہ بھلا اپنے بچے کو کب لینے دیتے۔ یہ تو مسلمانوں کے مال میں خیانت ہوتی۔ اس لیے اُنھوں نے بچے سے سیب لے لیا۔ بچہ رونے لگا۔ بہت بہلایا مگر بچہ روتا رہا اور روتا ہوا اندر چلا گیا۔ اپنی امّی سے شکایت کر دی۔ ماں نے بیٹے کے آنسو پونچھے اور بازار سے سیب منگا کر بہلا دیا۔

خلیفہ جب اندر آئے تو انھیں سیب کی خوشبو معلوم ہوئی۔ بیوی سے پوچھا کہ گھر میں کوئی سرکاری سیب تو نہیں آیا ہے۔

بیوی نے کہا: ”سرکاری سیب تو نہیں۔“ ہاں میں نے بازار سے سیب منگا کر بچے کو کھلایا ہے۔ آپ نے اس سے سیب لے لیا تھا۔ وہ روتا ہوا میرے پاس آیا۔ کسی طرح بہل نہیں رہا تھا۔ میں نے بازار سے منگا کر بہلا دیا۔“

انھوں نے فرمایا: ”کیا کرتا بیوی! سیب سرکاری خزانے کے تھے۔ میں نے بچے سے سیب اس وجہ سے چھین لیا تھا کہ ایک سیب کے لیے اللہ کے یہاں بے ایمان نہ ٹھہروں۔“

خلیفہ کی اس بات پر اُن کی بیوی خاموش ہو گئیں۔

۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کون تھے؟

۲۔ وہ سیب کیوں بانٹ رہے تھے؟

۳۔ انھوں نے اپنے بچے کے ہاتھ سے سیب کیوں لے لیا؟

۴۔ امانت کسے کہتے ہیں؟